B.A. Part III
Paper - V
Page - I
Section - Prose
Date - 11.08.20

Topic - Natural Shairi Par Tanquidi Nazar

نیچرل شاعری پر تنقیدی نظر

نیچر انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی فطرت ہوتا ہے۔ نیچرل شاعری کو اردو میں فطری شاعری بھی کہتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ بعض حضرات نیچرل شاعری اس شاعری کو کہتے ہیں کہ جو نیچریوں سے منسوب ہو یا جس میں نیچریوں کے مذہبی خیالات کا بیان ہو۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نیچرل شاعری وہ ہے جس میں خاص مسلمانوں یا مطلقاً کسی قوم کی ترقی یا تنزلی کا ذکر کیا جائے۔ مگر نیچرل شاعری سے دونوں کچھ علاقہ اور تعلق نہیں رکھتے۔ نیچرل شاعری سے وہ شاعری مراد ہے جو لفظی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے نیچر یعنی فطرت یا عادت کے موافق ہو۔ لفظی اعتبار سے نیچر کے موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شعر کے الفاظ اور ان کی ترکیب و بندش تا بمقدور اس زبان کی معمولی بول چال اور روزمرہ اس ملک والوں کے حق میں جہاں وہ زبان بولی جاتی ہے سیکنڈ نیچر کا حکم رکھتے ہیں۔ پس شعر کا بیان جس قدر بے ضرورت معمولی بول چال اور روزمرہ سے بعید ہوگا اسی قدر ان نیچرل (Unnatural) سمجھا جائے گا۔ نیچر کے موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شعر میں ایسی باتیں بیان کی جائیں جیسی کہ عام حالات میں اور ہمیشہ پیش آیا کرتی ہیں۔ پس جس شعر کا مضمون اس کے خلاف ہوگا وہ ان نیچرل سمجھا جائے گا۔ جیسے

کوئی ڈر کے زیر زمیں جا چھپی
رہی ہنس آسماں کی ٹکری
رہی کوئی انگلی کو دانتوں سے داب
کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب

ان دونوں شعروں کو نیچرل کہا جائے گا۔ کیونکہ بیان بھی بول چال کے موافق ہے اور مضمون بھی ایسا ہے کہ جس موقع پر وہ بولا گیا ہے، وہاں ہمیشہ ایسا ہی واقع ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ذوق کا یہ شعر

رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ
جس طرح آشنا سے کرے آشنا صلاح

اس شعر کو بھی نیچرل کہا جائے گا کیونکہ عشق میں ہر ایک مشکل کے وقت انسان اپنے دل سے اسی طرح مشورہ کیا کرتا ہے۔ جیسے مومن خان مومن کا ایک شعر

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا - جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ہر زبان میں نیچرل شاعری ہمیشہ قدماء کے حصے میں رہی ہے۔ مگر قدماء کے اول طبقہ میں شاعری کو قبولیت کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ ان ہی کا دوسرا طبقہ اسکو سڈول بناتا ہے۔ اور سانچے میں ڈھال کر اس کو خوشنما اور دلکش شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ ان کے بعد شاعروں کا دور شروع ہوتا ہے

Page - II

جہاں قدماء کے ذریعہ جو نیچرل طور پر باندھے گئے تھے۔ متاخرین نے ایسے نیچرل کا سرحد سے ایک دوسرے عالم میں پہنچا دیا۔ معشوق کے دہانہ کو تنگ کرتے کرتے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ کمر کو پتلی کرتے کرتے بالکل معدوم کر دیا۔ زلف کو دراز کرتے کرتے عمر خضر سے بھی بڑھا دیا۔ اس بات کو زیادہ ذہن نشین کرنے کے لئے شاعری کا آغاز کس حال میں ہوتا ہے۔ اور ہم قدماء کا دوسرا طبقہ اس کو کس طرح اسی نیچرل حالت میں درست کرتا ہے اور ان کے بعد متاخرین اس کو کیا چیز بنا دیتے ہیں۔ اردو شعراء کے ہر طبقہ کے کلام میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

مرزا محمد رفیع سودا جن کو دوسرے طبقہ کے شعراء میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اسی کیفیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ

سودا جو تیرا حال ہے اتنا تو وہ نہیں
کیا جانئے تو نے اسے کس آن میں دیکھا۔

میر تقی میر جو مرزا رفیع کے معاصر ہیں۔ وہ اس کیفیت کو یوں ادا کرتے ہیں کہ ایک لمحہ سال کے برابر معلوم ہوا اور ممکن ہے کہ عاشق شب فراق سے تنگ آ کر جینے سے مایوس ہو جائے۔

شاہ حاتم جو پہلے طبقہ میں شمار کئے گئے ہیں۔ وہ دوست کے ملنے کی آواز اور اس کے دوست کے شوق کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ

زندگی دردسر ہوئی حاتم
کب ملے گا مجھے پیا میرا۔

اس مضمون کو میر نے یوں باندھا ہے کہ

وصل اس کا خدا نصیب کرے
میرا دل چاہتا ہے کیا کیا کچھ۔

سودا یوں کہتے ہیں کہ

دل کو یہ آرزو ہے صبا کوئے یار میں
ہمراہ تیرے پہنچے چل کر غبار میں۔

ان مثالوں میں پہلوں اشعار کو اگرچہ خیال کے لحاظ سے نیچرل کہا جا سکتا ہے مگر آخری شعر میں تصنع اور ساختگی پائی جاتی ہے۔ مگر بیان نیچرل نہیں ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ قطعی نہیں سمجھنا چاہئے کہ متاخرین کی شاعری ہمیشہ ان نیچرل و غیر فطری ہوتی ہے۔ بلکہ البتہ یہ ممکن ہے کہ متاخرین میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں جو قدماء کی جولانگاہ کے علاوہ ایک دوسرے میدان میں طبع آزمائی کریں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ لکھنؤ میں میر انیس نے مرثیہ کو بے انتہا ترقی دی ہے۔ نواب مرزا شوق نے مثنوی کو زبان اور بیان کے لحاظ سے لیث صاف کیا ہے۔ اسی طرح دلی میں ذوق، ظفر اور خاص طور سے داغ دہلوی نے غزل کی زبان میں نہایت وسعت، صفائی اور بانکپن پیدا کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عہد کے شعراء کو یہ شاعری زبان کے لحاظ سے نیچرل شاعری کے زمرے میں آتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ